سائبرستان، سوشل میڈیا
اور مسلم نوجوان

سید سعادت اللہ حسینی

سائبرستان کی معاشرت

سوشل میڈیا اور تنظیمی کلچر

پہلے یہ چند باتیں

زمانے کی تبدیلی اپنے ساتھ چھوٹی بڑی بہت سی تبدیلیاں لاتی ہے۔ اِن میں سے کچھ تبدیلیاں اپنی تاثیر کے اعتبار سے غیر معمولی اہمیت کی حامل ہوتی ہیں اور یہ اجتماعی رویوں کی تشکیل کرنے اور انہیں ایک رُخ دینے کا کام کرتی ہیں۔ موجودہ زمانے میں سائبرستان یا سوشل میڈیا کے نام سے جو تبدیلی وجود میں آئی ہے، اس کا معاملہ بھی کچھ ایسا ہی ہے۔

سوشل میڈیا نے عام سماج بالخصوص نوجوانوں کے درمیان غیر معمولی مقبولیت حاصل کی، اور غیر معمولی طور پر اثر انداز ہوا۔ اس نے جہاں خیر کے لیے سرگرم افراد کو کام کا ایک وسیع میدان فراہم کیا ہے، وہیں شر کی اشاعت کے لیے سرگرم افراد کو بھی پورا پورا موقع فراہم کر رکھا ہے۔

صورتحال کچھ ایسی ہے کہ عام افراد کے لیے یہاں بھٹکنے اور بھٹکتے چلے جانے کے امکانات بہت زیادہ ہیں۔ ایسی صورت میں ضروری معلوم ہوا کہ طلبہ ونوجوانوں کی رہنمائی کے لیے سائبرستان اور سوشل میڈیا کے تعلق سے کچھ رہنما خطوط پیش کیے جائیں۔ یہ کتابچہ مسلم نوجوانوں کی اسی ضرورت کی تکمیل کی کوشش ہے۔ اس میں سائبرستان اور سوشل میڈیا کا تعارف بھی ہے، اس کے منفی اور مثبت پہلوؤں پر گفتگو بھی ہے، اس کے تعلق سے ہمارے مطلوبہ رویے کے سلسلہ میں رہنمائی بھی ہے اور اس میں خیر کے لیے سرگرم افراد کے لیے امکانات کی نشاندہی بھی ہے۔

امید کہ یہ کتابچہ مقصد کی تکمیل میں معاون ثابت ہوگا۔

سائبرستان کی معاشرت

حقائق بہت تلخ ہوتے ہیں۔ جبکہ تصورات کی دنیا بہت حسین ہوتی ہے۔ زندگی کی تلخیوں سے پریشان ہوکر خوابوں کی حسین وادیوں میں پناہ لینے کی انسانی عادت بہت پرانی ہے۔ اسی عادت نے الف لیلیٰ جیسی داستانیں اور دیو مالائیں تشکیل دی ہیں۔ الہٰ دین کے جن کے تصور کو جنم دیا ہے۔ آبِ حیات اور جامِ جَم کے تخیلات پروان چڑھائے ہیں۔ خوابوں کی اس خوبصورت دنیا میں ہر چیز انسان کے بس میں ہوتی ہے۔ جو چاہیے مل جاتا ہے۔ فاصلے، مسافتیں اور دوریاں بے معنی ہوجاتیں ہیں۔ انسان اپنی تمام کمزوریوں سے اوپر اٹھ کر لامحدود قوتوں اور صلاحیتوں کا مالک فوق البشر (Superman) بن جاتا ہے۔

کہانیوں اور داستانوں میں یہ باتیں بہت اچھی لگتی ہیں۔ لیکن جب ان آرزوؤں کی تکمیل کی جستجو، مصنوعی حقائق اور آرزوؤں کی مصنوعی دنیائیں تشکیل کرنا شروع کردیتی ہے تو اصل حقائق اور مصنوعی حقائق کے درمیان فاصلے ختم ہونے لگتے ہیں۔ حقائق پر تخیلات غالب آنے لگتے ہیں۔ واہموں اور سایوں کا راج شروع ہوجاتا ہے۔ یہ کیفیت انسانی تمدن کے لیے خطرناک ثابت ہوسکتی ہے۔

سائبرستان ایسی ہی ایک وہمی اور تصوراتی دنیا ہے۔ جوڑے دار اعداد binary digits کے پیچ در پیچ سلسلوں کے اس جال میں حقیقت اور تصنع نہایت پیچیدہ حد تک باہم گڈ مڈ ہیں۔ ایک کمپیوٹر صارف اپنے پی سی پر سنجیدہ کام کرتے کرتے، اچانک ایک دوسری ونڈو کھولتا ہے اور ایک تصوراتی دنیا (Virtual World) میں گم ہوجاتا ہے۔ اس الف لیلائی دنیا میں حقیقی دنیا کے سارے عکس موجود ہیں۔ بازار ہیں جہاں دنیا کی ہر چیز خریدی جاسکتی ہے۔ دنیا میں محفلوں کی جتنی قسمیں ہوسکتی ہیں وہ ساری موجود ہیں۔ ہر اخبار موجود ہے۔ دواخانے موجود ہیں، عیش کدے

ہیں، جواخانے ہیں، بار ہیں۔ گپ شپ ہوسکتی ہے،لڑائی جھگڑے ہوسکتے ہیں، دنیا کے چپے چپے کی تفریح ہوسکتی ہے۔ حدتو یہ ہے کہ جنسی ملاپ تک ہوسکتا ہے۔

ہمارے بزرگوں کی بہت بڑی تعداد ایسی ہے جن کے تصورات کی رسائی اس معاشرت کی سرحدوں تک بھی نہیں ہے۔ اس کی ترکیب ہی ان کے فہم سے بالاتر ہے۔ کمپیوٹر اور انٹرنیٹ استعمال کرنے والے افراد (ڈجیٹل مہاجرین) کی بھی بڑی تعداد اس معاشرت کو سمجھنے سے قاصر ہے۔ سائبرستانی معاشرت کا سب سے بڑا مسئلہ یہی ہے کہ اس نے سماج کے بزرگوں کو ان کی عقل و بصیرت کے ساتھ نکال باہر کیا ہے۔ وہ سائبر کیفے میں بیٹھ کر بھی نہیں جان سکتے کہ سائبرستان کیا ہے۔ اس میکدے کا انداز ہی کچھ ایسا ہے کہ ناصح اگر داخل ہو بھی جائے تو اسے نہ ساغر و مینا نظر آتے ہیں، نہ مجنوں و لیلیٰ۔

عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ انٹرنیٹ کے ساتھ زیادہ سے زیادہ مسئلہ یہ ہے کہ اس پر فحش میگزینوں کی طرح کچھ گندی تصاویر یا کچھ عریاں فلمیں بھی دستیاب ہوجاتی ہیں۔ مسئلہ صرف اتنا نہیں ہے، یہ ایک کلیتاً مختلف دنیا ہے، جس کی اپنی تہذیب اور اپنا تمدن ہے۔ مغربی یونیورسٹیوں میں سائبر سماجیات (Cyber Sociology) اور سائبر نفسیات (Cyber Pshychology) جیسے فنون، علوم کی مستقل شاخیں بن چکے ہیں۔ جن پر باقاعدہ کورسیز چل رہے ہیں۔

سائبرستانی احوال کی گہرائیوں میں جانے کی اسلامی نقطۂ نظر سے کوششیں بہت کم ہوئی ہیں۔ گرچہ انٹرنیٹ پر اسلامی سرگرمی اچھی خاصی ہے اور بے شمار اسلامی ویب سائٹس ہیں لیکن سائبر مسائل پر اسلامی نقطۂ نظر کی تشکیل کا کام ابھی بہت پیچھے ہے۔

برطانوی مفکر، ضیاء الدین سردار نے مختلف مغربی مفکرین کے مضامین جمع کر کے اس موضوع پر ایک کتاب ایڈیٹ کی ہے۔[1] اس میں اپنے مضمون میں انھوں نے انٹرنیٹ کو مغربی امپریلزم کا آلہ قرار دیا ہے۔ ان کے نزدیک نئی زمینیں اور نئے علاقے فتح کرنے کی سامراجی جستجو، جب اپنی انتہا اور انجام کو پہنچ گئی تو سامراج نے ایک نیا محاذ سائبرستان کی صورت میں کھول دیا ہے تاکہ اس کے ذریعہ لوگوں کے ذہن وفکر پر حکومت کی جاسکے۔ سردار نے انٹرنیٹ کے ذریعہ انگریزی زبان اور امریکی علامتوں کے عالمی غلبہ اور سائبرستان کے بعض نمایاں

نظریہ سازوں اور کتابوں[2] کے مشتملات کو اپنے فکر کی تائید میں پیش کیا ہے۔

دیگر معاملات کی طرح اس معاملہ میں بھی سردار کا نقطۂ نظر انتہا پسندانہ ہے۔ وہ یہ بات نظرانداز کردیتے ہیں کہ انٹرنیٹ نے بحیثیت ایک ٹکنالوجی کے ہماری تمدنی ترقی کو کئی خوبصورت اور احسن موڑ بھی دیے ہیں۔ اس نے دنیا کے انسانوں کو بے نظیر طریقے سے ایک دوسرے سے قریب کیا ہے۔ بے آوازوں کو آواز بخشی ہے۔ اطلاعات کو سستا اور آسان کرکے ایک عام آدمی کی طاقت بڑھائی ہے۔ سچائیوں کی پردہ پوشی کو مشکل تر بنا کر حق کے غلبہ کی راہ آسان کی ہے۔ قومی وجغرافیائی سرحدوں کی دیواروں کو کمزور کیا ہے۔ خیالات کی پہرہ داری ناممکن بنادی ہے۔ ان میں سے ہر بات اسلام کے تمدنی مقاصد میں شامل ہے۔ اس لیے انٹرنیٹ کو سرمایہ داروں کا آلہ قرار دینا زیادتی ہے۔ بلکہ ہم سمجھتے ہیں کہ انٹرنیٹ کا صحیح اور متوازن استعمال مثالی اسلامی معاشرہ کے قیام کی منزل کو قریب تر کرسکتا ہے۔

لیکن ہم اپنے بعض سادہ لوح بھائیوں کے اس خیال کو بھی درست نہیں سمجھتے کہ فحاشی سے بچیے، قادیانیت اور صہیونیت سے بچیے، اس کے بعد انٹرنیٹ بس رحمت ہی رحمت ہے۔ حقیقت اتنی سطحی نہیں ہے۔ یہ ایک گہرا موضوع ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ انٹرنیٹ نے ہمارے دور میں جس سائبرستان یا غیر حقیقی دنیا (Virtual World) کی تشکیل کی ہے وہ خود ایک صالح تمدن کے لیے خطرہ ہے۔ انٹرنیٹ ضرور فائدہ مند ہے لیکن اس کے بطن سے پیدا ہونے والا سائبرستان فائدہ مند نہیں ہے۔ اس مضمون میں صرف چند اشارات اس گزارش کے ساتھ پیش کیے جارہے ہیں کہ قارئین اس بحث کو آگے بڑھائیں۔

(۱) حقائق سے فرار:

سائبرستانی معاشرت کی بنیاد ہی حقائق سے فرار ہے۔ زندگی کی تلخیاں اور شیرینیاں، اللہ کی آیات میں سے ہیں۔ تلخیوں و شیرینیوں کے آمیزہ ہی میں تہذیب کا پودا پرورش پاتا ہے۔ انھی کے درمیان انسان کا امتحان بھی ہوتا ہے اور اس کی تربیت بھی ہوتی ہے لیکن سائبرستانی معاشرت ان حقیقتوں سے فرار کا راستہ دکھاتی ہے۔ سائبرسماجیات کے ماہرین کے نزدیک اس معاشرت میں حقائق کے اعتراف (Recognising the Reality) اور اس کے سامنے

(Facing the Reality) سے زیادہ حقائق کی تخلیق (Creating the Reality) کا داعیہ کام کرتا ہے۔ جو لوگ سائبرستانی احوال سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ وہاں ایک معذور آدمی خود کو تندرست ظاہر کرتا ہے۔ ۶۰ سال کا بدصورت بوڑھا خود کو ۲۲ سالہ وجیہ نوجوان کی حیثیت سے پیش کرتا ہے۔ حقائق کی اس مصنوعی تشکیل کے عمل کی کوئی حد نہیں ہے۔ سائبرستان کے شہری کو فطرت کا کوئی فیصلہ منظور نہیں ہے۔ وہ ہر چیز اپنی مرضی کے مطابق تخلیق کرتا ہے۔ اپنے اردگرد اپنی پسند کے ماحول اور 'حقائق' کی ایسی مصنوعی دیواریں کھڑی کرتا ہے کہ اصل حقائق سے لاتعلق ہو جاتا ہے۔ اس مضمون کے قارئین میں بھی ایسے لوگ ہوں گے جنھوں نے اپنا ای میل yahoo.co.uk پر بنایا ہوگا۔ وجہ؟ انہیں یہ فطری حقیقت منظور نہیں کہ پیدائش اور موجودہ رہائش کے اعتبار سے ان کی اصل حقیقت yahoo.co.in ہے۔ ایک نیٹ شہری ہندوستان سے زیادہ امریکی شہروں سے واقف ہوتا ہے۔ اسے اپنے چاروں طرف ہندوستانی جھونپڑیوں کے بجائے امریکی محلات نظر آتے ہیں۔ مصنوعی زبان، مصنوعی ذخیرۂ الفاظ، مصنوعی تہذیبی علامات، مصنوعی رشتے، مصنوعی تعلقات، مصنوعی سودے اور مصنوعی دولت (Virtual Wealth) — حقائق سے فرار کی اتنی مکروہ شکل انسانی تاریخ نے اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھی۔

(۲) تشخص کا خاتمہ

حقائق سے فرار کا داعیہ اس مقام کو پہنچ جاتا ہے کہ آدمی اپنے تشخص سے بھی فرار چاہتا ہے۔ خاتمہ شناخت Loss of Identity اور خاتمۂ شخصیت Loss of Personality کو سائبر سوشالوجسٹ سائبرستانی مسائل میں سرِفہرست رکھتے ہیں۔ تعلقات و روابط کی اس دنیا میں آدمی کا تشخص اور پہچان نہ صرف اس کی مرضی اور خواہش کے مطابق تشکیل پاتی ہے بلکہ ضرورت اور خواہش کے تحت بدلتی بھی رہتی ہے۔ مرد جب چاہے عورت بن جاتا ہے اور ایک عورت ہی کی حیثیت میں تعلقات، روابط، دوستی، گفتگو، رومانس وغیرہ کے تقاضے برسوں تک نبھاتا رہتا ہے۔ یہ محض ڈرامہ نہیں ہوتا۔ تبدیل شدہ شناخت کے اپنے جذبات، داعیات اور حوصلے ہوتے ہیں۔ یعنی حقیقی مرد کا سائبرستانی نسوانی وجود، خالص نسوانی جذبات کے تحت کام

کرتا ہے۔ جنس ہی نہیں بلکہ رنگ، نسل، عمر، قومیت، شکل، صورت، احوال ہر چیز قابل انتخاب ہوتی ہے۔ سائبرستان میں یہ Anonyms کی کثرت، یہ بدلتے نام اور بدلتے چہرے اسی خاتمۂ شناخت کی علامات ہیں۔ سائبر سوشالوجسٹ ٹرکلی شیری نے صحیح کہا ہے:

''سائبرستان میں خودی کا شعور بہت منتشر اور اجزاء میں بٹا ہوا ہے۔ کمپیوٹر میڈ ایٹیڈ کمیونی کیشن (CMC) پروگرام میں فرد کے لیے ماحول کی مناسبت سے کردار اور شناخت کی تبدیلی کی سہولت بہت تشویشناک ہے۔ اور سماجی ڈھانچہ اور اس میں فرد کے کردار سے متعلق زبردست خطرات اس میں پوشیدہ ہیں۔''[۳]

اہل اسلام کے لیے سب سے اہم بات یہ ہے کہ یہ نفاق کی بدترین قسم ہے۔ ایک فرد اپنی شناخت اور خودی کے بغیر بے معنی ہے۔ ہر انسان کا ایک منفرد چہرہ، اس کی منفرد چال، منفرد آواز، ہاتھ کی منفرد لکیریں اور خامیوں وخوبیوں کا منفرد سیٹ — اس غیر معمولی اہمیت کی ابدی علامات ہیں جو قدرت ایک فرد کی شناخت کو دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے شناخت کو اہمیت دی ہے۔ جو دین شکل وصورت (خلق اللہ) میں کوئی تبدیلی جائز نہیں رکھتا، عورتوں کو اپنے بالوں میں مصنوعی بال بڑھانے کی اجازت نہیں دیتا، مردانہ لباس کی اجازت نہیں دیتا، وہ کیسے اس بات کو گوارا کرسکتا ہے کہ شخصیتیں گرگٹ کی طرح رنگ بدلتی رہیں اور آدمی کی حقیقی شخصیت مصنوعی ناموں اور منصوعی چولوں کے درمیان گم ہوکر رہ جائے۔

(۳) حقیقی سماجی روابط کا فقدان:

سائبرستان کے مصنوعی تعلقات کی کشش آدمی کو حقیقی تعلقات سے بے نیاز بلکہ بیزار کردیتی ہے۔ حقیقت کی دنیا میں آدمی اپنی اصلی خامیوں اور خوبیوں کے ساتھ بے نقاب ہوتا ہے۔ تعلقات پر خوبیوں اور خامیوں کا بھی اثر پڑتا ہے۔ یہاں ایک آدمی کو لوگوں سے اتنی ہی عزت ملتی ہے، جتنے کا وہ حقیقتاً مستحق ہے۔ لوگوں کی اس سے محبت، اس کی شخصیت کی سحر انگیزی، اور اس کا اثر ورسوخ سب کچھ ایسے اٹل حقائق پر منحصر ہوتا ہے جن میں سے بعض کی تبدیلی ممکن نہیں ہوتی اور بعض تبدیلی کے لیے طویل اور صبر آزما محنت کے متقاضی ہوتے ہیں۔

سائبرستان کی مصنوعی دنیا میں چونکہ آدمی اپنی شناخت کو خود ڈیزائن کرتا ہے اس لیے وہ

خود کو ایسے خوابوں کے شہزادے کی حیثیت سے پیش کرتا ہے کہ جس کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے کوہ قاف کی پریاں قطار لگائے کھڑی ہوں۔ یہاں اس کی شخصیت میں گلیمر ہی گلیمر اور سب کچھ حسین، پرکشش اور سحر انگیز ہی ہوتا ہے۔ چنانچہ فطری طور پر وہ حقیقت کی اُس دنیا سے کترانے لگتا ہے جہاں لوگ اس کی خامیوں، ناکامیوں اور شخصیت کے بدنما پہلوؤں سے بھی روشناس ہیں۔ چنانچہ ایسی بہت سی اسٹڈیز موجود ہیں کہ انٹرنیٹ کا غیر متوازن استعمال سماجی طور پر آدمی کو تنہائی پسند اور مردم بیزار بنا دیتا ہے۔ مثلاً کراوٹ (Kraut) اور ان کے ساتھیوں کے امریکہ میں کیے گئے سروے کے مطابق انٹرنیٹ کا غلط استعمال کرنے والوں میں سماجی مشغولیت اور خاندانی روابط کا فقدان پایا گیا۔ سروے کے اعداد و شمار کے مطابق ایک سائبرستانی اپنے گھر اور حقیقی ماحول میں اجنبی کی طرح رہنے لگتا ہے۔ کمپیوٹر سے اٹھتے ہی اس کا موڈ آف ہو جاتا ہے، اس کے چہرے پر اداسی چھا جاتی ہے۔ اور مزاج میں جھلاہٹ آ جاتی ہے۔

جبکہ خود سائبرستان کے روابط مکڑی کے جال سے بھی زیادہ کمزور ہوتے ہیں۔ حقیقی انسانی رشتوں کی گرمی اور گداز کا ان میں کہیں پتہ نہیں ہوتا۔ اکثر ان تعلقات کے لیے طاقتور جذباتی محرکات موجود نہیں ہوتے۔ امریکی نفسیاتی طب (Psychiatry) کے جرنل ''امریکن سائیکولوجسٹ'' کے مطابق ان میں 'دوستی' اور 'تعلق' کی نفسیاتی خصوصیات سرے سے پائی ہی نہیں جاتیں۔ دوستی اور روابط میں شفافیت اور اعتماد کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ سائبر روابط میں ان قدروں کے لیے کوئی گنجائش نہیں ہے۔[۴]

حقیقی روابط کے فقدان کے نتیجہ میں سماج دھیرے دھیرے کمزور ہونے لگتا ہے۔ ماہرین سماجیات نے امریکی معاشرہ میں سماجی سرمایہ Social Capital (جدید ماہرین سماجیات کی اصطلاح میں سماجی سرمایہ ان سماجی قدورں کے مجموعہ کو کہتے ہیں جن کی موجودگی سماج کو ترقی یافتہ بناتی ہے۔) کی تیز رفتار گراوٹ کے اسباب میں انٹرنیٹ کو بھی شمار کیا ہے۔ پٹنم (Putnam) لکھتا ہے: ''سماجی امور میں یہ عدم مشغولیت سماجی ڈھانچہ اور انفرادی زندگیوں پر گہرے اثرات مرتب کر رہی ہے۔ سماجی سطح پر اس کا نتیجہ کرپٹ اور کاہل حکومت اور بڑھتے جرائم کی صورت میں نکلتا ہے۔ جب شہری سماجی سطح پر فعال ہوتے ہیں تو ان کے اسکول اچھی طرح چلتے ہیں۔

ان کے سیاستدان خود کو جواب دہ محسوس کرتے ہیں۔ اور ان کی گلیاں و محلے زیادہ محفوظ ہوتے ہیں۔ انفرادی سطح پر سماجی عدم مشغولیت کا نتیجہ زندگی کے گھٹیا معیار، اور روبہ زوال جسمانی ونفسیاتی صحت کی صورت میں برآمد ہوتا ہے۔''[۵]

یہ امریکی معاشرہ کے تناظر میں کیا گیا تجزیہ ہے۔ ہندوستان جیسے پسماندہ معاشرہ میں جہاں پہلے ہی شہریوں کی سماجی حرکیت (Social Activism) ترقی یافتہ معاشروں کے مقابلہ میں بہت کم ہے یہ نقصان مزید کئی گنا بڑھ جاتا ہے۔

اسلام میں سماجی روابط کے ماڈل کی اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس میں حقوق کی ترجیحی ترتیب کا واضح تصور موجود ہے۔ اس ترتیب میں خونی رشتوں کے ساتھ جغرافیائی قربت کا اتنا پاس ولحاظ ہے کہ صحابہ کرامؓ کو اندیشہ ہونے لگا تھا کہ کہیں پڑوسی وراثت میں حصہ دار نہ بنادیا جائے اس لیے قریبی سماج سے منقطع ہوکر دور دراز مصنوعی رابطوں کے پیچھے پڑنا کسی صورت صحیح نہیں قرار دیا جاسکتا۔

(۴) یک رنگی:

سائبر تعلقات کی ایک اہم خصوصیت اس کی یک رنگی ہے۔ یہاں افکار، خیالات اور دلچسپیوں کی پوری دنیا قابل تخلیق ہے۔

تمدن، متنوع دلچسپیوں، صلاحیتوں، افکار، اور مزاجوں کے تعامل (Interaction) سے پڑوان چڑھتا ہے۔ گلہائے رنگ رنگ سے چمن کی رونق فطرت کا اٹل اصول ہے۔ اس طرح ایک آدمی کو اپنے دوستوں، رشتہ داروں، پڑوسیوں، ہم وطنوں وغیرہ کے دائرہ میں اپنے سے مختلف مزاج، صلاحیت اور دلچسپی کے حامل لوگوں سے رشتہ وتعلق رکھنا پڑتا ہے۔ انسانی تہذیب کے ہمہ جہت ارتقاء کے لیے یہ قدرت کا ڈیزائن ہے کہ انسان کی پیدائش کے لیے مقام وماحول کو اس نے خالص اتفاق پر منحصر رکھا ہے۔ ان اتفاقات کے نتیجہ میں خواہی نہ خواہی طرح طرح کے لوگ ایک جگہ جمع ہوجاتے ہیں۔

سائبرستانی معاشرت، قدرت کے اس ڈیزائن سے بغاوت کرتی ہے۔ یہاں تعلقات کی بے شمار بنیادیں ختم ہوکر صرف ایک بنیاد باقی رہ جاتی ہے— دلچسپی اور مزاج کا اشتراک—

انسانوں کی رنگارنگ حقیقی دنیا، دلچسپیوں، مزاجوں اور افکار کے خانوں میں بٹ جاتی ہے۔ اس طرح اگر کسی کو کیمسٹری سے دلچسپی ہے تو اس کی دنیا صرف کیمیا دانوں پر مشتمل ہے۔ اس کے دوست اور اس کی محبوبائیں سب صرف کیمیادان ہیں۔ اس دنیا میں پتہ ہی نہیں چلتا کہ ریاضی، فلسفہ، طب، طبیعات وغیرہ کس چڑیا کے نام ہیں؟ یہاں اگر کوئی سوشلسٹ ہے تو اس کی ساری کائنات مارکس اور لینن کے دیوانوں پر مشتمل ہے۔ یہاں گمان ہی نہیں گزرتا کہ کرۂ ارض پر کوئی غیر سوشلسٹ بھی پایا جاتا ہے۔ دینِ دعوت کے علمبرداروں نے بھی اپنے گوشہ ہائے عافیت بنا رکھے ہیں۔ جہاں صرف اسلام کے نام لیوا جمع ہو کر اسلام پر 'ڈسکس' کرتے ہیں۔ اگر کوئی غیر مسلم غلطی سے آ بھی جائے تو اس کی ایسی درگت بناتے ہیں کہ وہ دوبارہ قدم رکھنے کا نام نہیں لیتا۔ اس طرح اس دنیا میں حقائق اور اپنی شناخت سے فرار کے ساتھ ساتھ، بحث، تبادلۂ افکار اور دنیا کی رنگارنگی سے بھی فرار ہے۔ رشتے، تعلقات اور روابط یک رنگ جزیرے میں محدود ہیں۔ نہ مذاکرات کی گنجائش ہے نہ تبادلۂ دلائل کی۔

(۵) خاندانی نظام کا انحطاط:

سائبرستان خاندان کے روایتی تصور کا بھی باغی ہے۔ سائبر سوشالوجسٹ اس امکان کا اظہار کر رہے ہیں کہ وہ دن دور نہیں جب آدمی اور مشین کا مجموعہ (Man-machine unit) خاندان کی جگہ لے لے گا۔ اپولو ہاسپٹلز کے ادارہ 'اپولو لائف'[٦] کے جائزہ کے مطابق آج ہندوستان میں بھی ایسے ہزاروں نوجوان ہیں جو بیوی بچوں سے بیزار، اور کمپیوٹر کی سحر انگیز دنیا کے عاشق ہیں۔ بیوی سے زیادہ انہیں کمپیوٹر کا ماؤس، محبوب ہے۔ اپولو لائف کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ ہمارے ملک میں سائبرستان کی معاشرت کئی ازدواجی رشتوں کو منقطع کر چکی ہے۔

سائبرستان کی جنسی بے راہ روی ناولوں اور فحش فلموں سے کہیں بڑھ کر ہے۔ سائبر سیکس (Cybersex) دھیرے دھیرے مکمل طور پر فطری جنسی عمل کا متبادل بنتا جا رہا ہے۔ تفصیلات کا نہ یہ مضمون متحمل ہے نہ اس کی ضرورت ہے، لیکن ہم اتنا عرض کیے دیتے ہیں کہ زندگی کی مصنوعیت اس مقام کو پہنچ چکی ہے کہ دو اجنبی افراد دنیا کے دو مختلف کونوں میں اپنے کمپیوٹرز پر بیٹھے ہوتے ہیں اور ان کے درمیان مصنوعی الیکٹرانک ذرائع سے جنسی ملاپ ہو جاتا ہے۔

ایسے ''اہل دانش'' کی بھی کمی نہیں ہے جو ان بے ہودہ حرکتوں کو 'محفوظ سیکس' قرار دے کر اس کی ترویج میں لگے ہوئے ہیں۔ ان کے نزدیک اس میں نہ حمل کا 'خطرہ' ہے نہ خطرناک بیماریوں کا۔ استغفر اللہ۔

یہ خاندانی نظام کی مکمل موت ہے۔ کمپیوٹر پر بیٹھے بیٹھے کھانے پینے اور دیگر ضرورتوں کے ساتھ جنسی ضرورت بھی 'پوری' ہو رہی ہے تو کون بیوی بچوں کے بکھیڑوں میں پڑے! اور جو لوگ تفصیلات سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ اس لَت میں پڑنے کے بعد حقیقی جنسی زندگی قطعاً ناممکن ہو جاتی ہے۔ اس لیے کسی کو آئندہ کبھی خاندان کی ضرورت کا احساس ہو بھی جائے تو وہ اس کے لائق ہی نہیں رہتا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

اسلام کے نزدیک جنسی زندگی کا واحد مقصد لطف و سرور نہیں ہے۔ یہ ایک مقدس فریضہ ہے جس سے کئی تمدنی مقاصد پورے ہوتے ہیں۔ نسل انسانی کی بقاو تسلسل اس پر منحصر ہے۔ اس کے علاوہ یہ دو اجنبی افراد - مرد و عورت - کو زندگی بھر کے عہد وفا کے ساتھ باہم جوڑ کر خاندان کے مستحکم ادارہ کی پائیدار بنیاد ڈالنے کا ذریعہ ہے۔ اس کے ذریعہ میاں بیوی ایک دوسرے کے تاحیات ہمجولی، شریک سفر، غم گسار اور سہارا بنتے ہیں۔ ایک دوسرے کے لیے جائے قرار و باعثِ سکون بنتے ہیں۔

خاندان کی اسی اہمیت کے پیش نظر اسلام نے ایسے ہر فتنہ کا بہت دور جا کر راستہ روکا ہے جو خاندانی نظام کی بنیادوں کو کمزور کر سکتا ہے۔ جبکہ سائبر سیکس کا فتنہ خاندان کی بنیاد ہی کو اکھاڑ پھینکنے کا ذریعہ ہے۔ خاندان کے لیے یہ حقیقی جنسی بے راہ روی سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔

خصوصیت کے ساتھ یہ ان والدین کے لیے بڑا چیلنج ہے جن کے نوعمر بچے اور بچیاں کمپیوٹر کے شیدائی ہیں۔ ایک ایسا گھر جہاں کے بڑے بوڑھے کمپیوٹر ناخواندہ (یا بہت کم معلومات کے حامل) اور بچے کمپیوٹر کے دیوانے ہیں، بے راہ روی کے زبردست امکانات رکھتا ہے۔ بیشک آپ نے اپنے بچوں کی بہت اچھی تربیت کی ہے۔ لیکن بے راہ روی سے بچاؤ کے لیے انفرادی خوفِ خدا کے ساتھ، سماجی دباؤ کو صحابہ کرامؓ کے معاشرہ میں بھی ضروری سمجھا گیا۔ حقیقی زندگی میں اخلاق کے تحفظ و نگرانی کے لیے جو سماجی دباؤ اور اجتماعی پہرہ داری پائی جاتی

ہے اسے سائبرستان میں بھی کارگر ہونا چاہیے۔ اور یہ اسی وقت ہوسکتا ہے جب بڑے بوڑھے بھی سائبرستان کے گلی کوچوں کو سمجھنے لگیں۔ آپ باہر پہرہ داری کر کے مطمئن نہیں رہ سکتے۔ جدید دور کے فتنوں کی رسائی بہت اندر تک ہے۔

(۶) نشہ یا لت:

سائبرستانی خطرہ کا سب سے بھیانک پہلو اس کی نشہ یا لت (Addiction) بننے کی صلاحیت ہے۔ یہ کوئی وقتی خطرہ نہیں ہے۔ یہاں ایک مستقل لائف اسٹائل، پرسنالٹی اور عادات کی افزائش ہوتی ہے۔ اس لت میں پڑنے والا لمبے عرصہ تک اس کا اسیر ہوجاتا ہے۔

نفسیاتی معالجین لمبے مباحث کے بعد اب اس بات پر متفق ہوگئے ہیں کہ آئی اے ڈی (Internet Addiction Disorder) باقاعدہ ایک مرض ہے۔ سب سے پہلے امریکی نفسیاتی معالج ڈاکٹر ایون گولڈ برگ نے اس پر تحقیقات کی تھیں اور اسے مرض (Disorder) قرار دیا تھا۔ پہلے تو ڈاکٹروں نے اس سے اختلاف کیا۔ لیکن جب ڈاکٹر کمبرلی نیگ (Dr. Kimberly Young) نے اپنی تحقیقات شائع کیں[۷] تو اس بات کو تسلیم کرلیا گیا کہ یہ ایک مرض ہے۔ اب میڈیکل سائنس کی کتابیں اسے باقاعدہ 'مرض' کی حیثیت دیتی ہیں۔ ڈاکٹر رہین گولڈ نے انٹرنیٹ کو پلگ ان ڈرگ (Plug-in drug) کا نام دیا ہے۔ یعنی ایسی نشہ آور دوا جسے پلگ لگا کر استعمال کیا جاسکتا ہے۔[۸] اپولو لائف کے مطابق ہندوستان میں یہ مرض تیزی سے پھیل رہا ہے۔ نوعمر بچوں اور بچیوں کے ساتھ اس کی شکار وہ گھریلو خواتین بھی ہیں جو دن کا بیشتر وقت اکیلے گزارتی ہیں۔ بلکہ میڈیکل سائنس کی کتابوں میں 'متوقع مریض' کی شناخت 'اوسط' عمر کی پڑھی لکھی خاتون، کے طور پر کی گئی ہے۔

اس مرض کا شکار صرف کمپیوٹر میں دلچسپی لیتا ہے۔ بیوی، بچوں، پیشہ وکیریر اور زندگی کی دیگر سرگرمیوں سے اس کی دلچسپی ختم ہوجاتی ہے۔ بھوک اور نیند کے احساسات بھی کمزور ہوجاتے ہیں۔ سیریس مریضوں کی بیویاں طلاق لینے پر اور ان کے باس انہیں معزول کردینے پر مجبور ہوجاتے ہیں۔

اسلام زندگی کی مقصدیت کا قائل ہے۔ وہ نشہ یا لت کو کسی صورت گوارا نہیں کرسکتا۔

يَـا أَيُّهَـا الَّـذِيـنَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ۔ (المائدہ:۹۰)

''اے ایمان والو، یہ شراب اور یہ جوا، یہ آستانے اور پانسے یہ سب گندے شیطانی کام ہیں، ان سے پرہیز کرو امید ہے کہ تمہیں فلاح نصیب ہوگی۔''

اللہ کے رسولؐ نے اسی لیے ایسے کھیلوں کو بھی پسند نہیں کیا جن میں لت بننے کی صلاحیت ہو۔ اس لیے انٹرنیٹ کا ایسا استعمال کہ وہ نشہ یا لت بن جائے اسلام کے تمدنی مقاصد سے متصادم ہے۔

کیا کیا جائے؟

سوال یہ ہے کہ اس تناظر میں انٹرنیٹ کے ساتھ ہمارا رویہ کیا ہو؟ جیسا کہ عرض کیا گیا ہم اس سے قطع تعلق کے قائل نہیں ہیں۔ ہماری نظر میں یہ عملی ارتقاء اور رفتارِ زندگی کو تیز کرنے کے ساتھ ساتھ، دعوتی و ابلاغی کاوشوں کا اہم ذریعہ، تہذیبی ارتقاء کا آلہ اور سچائی کے غلبہ کا میڈیم بھی ہے۔ اس لیے ہم اپنے نوجوانوں کو نہ صرف یہ کہ اس سے ہٹ جانے Withdrawl کا مشورہ نہیں دے سکتے بلکہ ان کی فعال و سرگرم شرکت چاہتے ہیں۔

گویا انٹرنیٹ کا استعمال ہونا ہے۔ بھرپور طریقہ سے ہونا ہے۔ لیکن توازن کے ساتھ اور صحیح محاذ پر۔ متوازن استعمال کے عملی ماڈل کا ارتقاء زبردست ذہنی کاوشوں کا طالب ہے۔ اس محاذ پر آئندہ ہم بھی لکھتے رہیں گے اور اپنے نوجوان دوستوں سے بھی چاہیں گے کہ وہ قرآن پر غور وفکر کریں اور اس موضوع پر اپنا دماغ دوڑائیں۔

فی الحال صرف یہ مختصر فارمولہ عرض ہے کہ ہم ''انٹرنیٹ کا استعمال کریں — سائبرستان سے گریز کریں۔'' یعنی انٹرنیٹ کو حقیقی دنیا میں مواصلات کے ایک ذریعہ کے طور پر بھرپور طریقہ سے استعمال کریں۔ حقیقی تعلقات کے دائرہ میں اسے کمیونی کیشن کے لیے استعمال میں لائیں۔ لیکن انٹرنیٹ سے جو مصنوعی دنیا پیدا ہوئی ہے اس سے تعلق کم سے کم رکھیں۔ چاٹ رومس، سائبر دوستیوں وغیرہ سے جتنا بچا جائے، اچھا ہے۔

اور اگر کبھی اس دنیا میں جانا بھی پڑے تو جان سولر[9] (John Suler) کے مندرجہ ذیل

آسان اصولوں کا سختی سے لحاظ کریں۔

(۱) آن لائن ساتھیوں کو آف لائن زندگی کی سچائیوں سے واقف رکھا جائے۔ یعنی آپ کی حقیقی زندگی سے متعلق کوئی بات نہ چھپائی جائے نہ غلط باور کرائی جائے۔

(۲) آن لائن دوستوں سے شخصی ملاقاتیں کی جائیں۔

(۳) آف لائن (حقیقی) دوستوں کو آن لائن سرگرمیوں میں شریک وہم جولی بنایا جائے۔

اس کے علاوہ ہم کچھ اور اصولوں کا اضافہ کریں گے۔

(۱) ہر آن لائن سرگرمی با مقصد ہو۔ آپ کو معلوم ہو کہ حقیقی زندگی میں اس سے آپ کو یا سماج کو کیا فائدہ ہونے والا ہے۔

(۲) جھوٹ اور فرضی امور سے مکمل اجتناب کیا جائے۔ نام، عمر، جنس، مقام، پتہ سب کچھ حقیقی ہو۔ ای میل آئی ڈی یا چاٹ نیم - یہ سب حقیقی احوال کی نمائندگی کرے۔

(۳) غض بصر، خیالات اور زیر خواندگی مواد کی پہرہ داری کا سختی سے اہتمام ہو۔

(۴) اپنے حالات وضروریات کے لحاظ سے نیٹ سرفنگ، اس کے اوقات وغیرہ سے متعلق کچھ اصول بنائے جائیں اور ان کی سختی سے پابندی کی جائے۔

مختصر یہ کہ یہ مانا جائے کہ اصل زندگی حقیقی زندگی ہے۔ تعلقات، روابط سب کچھ اسی حقیقی زندگی میں حقائق کے ساتھ ہوں۔ انٹرنیٹ محض دیگر ٹکنالوجیز کی طرح اس حقیقی زندگی میں سہولت پیدا کرنے کا ذریعہ ہو۔

رہی بات خوابوں کی حسین دنیا کی، تو ایک بندۂ مومن کے لیے اس کے خاطر ایسے سائے اور واہمے تشکیل دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہمارا یقین کامل ہے کہ خوابوں کی حسین دنیا— کمپیوٹر سرورز میں نہیں بلکہ حقیقت کی زمین پر— زیادہ دور نہیں۔ وہ بس آیا ہی چاہتی ہے۔ جنت نہ صرف یہ کہ سائبرستان سے کئی گنا زیادہ دلچسپ و پُر لطف ہے بلکہ سائبرستان کے برخلاف وہ ایک حقیقی دنیا ہے جو ان لوگوں کو ملنے والی ہے جو آج کی دنیا میں منصبِ خلافت کے تقاضوں کو نبھانے کی بھر پور سعی کریں۔

جنت کا تصور اور اس پر ایمان ہمیں سائبرستان سے بے نیاز بھی کرتا ہے اور اس کے پیدا

کردہ مسائل سے صحیح طور سے نبرد آزما ہونے کا حوصلہ وطاقت بھی عطا کرتا ہے۔

سَابِقُوا إِلَى مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ أُعِدَّتْ لِلَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ ۔ (الحدید:۲۱) ''دوڑو اور ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو اپنے رب کی مغفرت اور اس جنت کی طرف جس کی وسعت آسمان وزمین جیسی ہے جو مہیا کی گئی ہے ان لوگوں کے لیے جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہیں۔''

حواشی وحوالہ جات

1.Ziauddin Sardar and J.R. Ravetz, "Cyber futures, culture and politics on the information super highway." New Yark University Press, NY 2nd ed. (1998)

2. Cyber space and the American Dream, Amagna Carta for the knwoledge Age, New Yark, 1999. یا سائبر میگزین''۲-ڈبلیو'' کے مشتملات

3. Turkle Sherry, "Life on the Screen, Identity in the age of Internet", Phoenix, London 1997.

4. R. Kraut et. al. "The Home Nety, Field Trail of Residential Internet Services" Commn of the ACM, 39.

5. Internet Paradox- A Social Technology that reduces Social Inrolvement & Psychological well Being". Americam Psychologist Sept 1998 Pg 1017 -1031.

6. R. Putnam, "Bowling Alone: America's Declining Social Capital", Journal of Democracy, 6 (Jan 1995).

7. Apollo Life - Psychiatry Section.

8. Dr. Kimerly Young "Internet Addition" British Medical Journal st. ed. (2-9 Sept. 1999).

9. Dr. Howard Rheingold "Virtual Community" - 2000 Ny.

10. John Suler, "The Psychology of Cyberspace Relationship" online edi -2003

سوشل میڈیا اور تنظیمی کلچر

اس وقت ایس آئی او کے وابستگان تمام کے تمام اُس نسل سے تعلق رکھتے ہیں جسے ڈجیٹل نیٹیوز Digital Natives کہا جاتا ہے۔یعنی وہ نسل جس نے کمپیوٹر اور انٹرنیٹ کے ماحول میں آنکھ کھولی اور اس ماحول سے پیدائشی طور پر مانوس ہے۔ چنانچہ یہ فطری ہے کہ اُن کے وقت کا بڑا حصہ کمپیوٹر، انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا پر گزرتا ہے۔ اس طرح انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا اب ہمارے تنظیمی کلچر کا ایک اہم جزو بن چکا ہے۔سرگرمیوں کا بڑا حصہ سوشل میڈیا پر انجام پانے لگا ہے۔ سوشل میڈیا کے ذریعہ ہم ایک دوسرے سے بھی جڑتے ہیں اور سماج سے بھی تعلق قائم کرتے ہیں۔ ہماری فکری، دینی اور تنظیمی تربیت میں بھی اس کا رول ہے اور ہماری دعوت اور پیغام کی اشاعت میں بھی۔ علمی وفکری کاموں کے لیے بھی ہم اسے استعمال کرتے ہیں اور جہد کاری، احتجاج اور رائے عامہ کی ہمواری کے لیے بھی۔

سوشل میڈیا: مثبت و منفی پہلو

سوشل میڈیا بلاشبہہ اسلام کے داعیوں کے لیے ایک بڑی نعمت ہے۔ میں اپنی تقریروں میں کہتا رہا ہوں کہ یہ اصلاً دعوۃ ٹکنالوجی ہے۔ایک داعی حق کی سب سے بڑی آرزو یہی ہوسکتی ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچے۔اس کے پیغام کی اللہ کے ہر بندہ تک رسائی ہو۔ وہ جو کہنا چاہتا ہے، اسے دنیا کا ہر آدمی سنے۔سوشل میڈیا نے داعی حق کی اس آرزو کی تکمیل کردی ہے۔

آج سے تیس چالیس سال پہلے، اہل اسلام کو یہ شکوہ تھا کہ ماس میڈیا پر بڑے بڑے سرمایہ دار قابض ہیں۔ سرمایہ دارانہ استعمار ساری دنیا میں اسلام کو اپنے لیے رکاوٹ سمجھتا ہے، چنانچہ دنیا، ٹی وی کے اسکرین پر اسلام کے مخالفین کو ہی دیکھتی ہے۔ ریڈیو پر انہی کو سنتی ہے۔ اخباروں میں انہی کو پڑھتی ہے۔ اہل اسلام اگر کچھ سنانا اور پڑھانا چاہیں تو ان کے

وسائل اس بیش قیمت میڈیا پر دسترس کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ آج سوشل میڈیا نے اس دیرینہ شکایت کو ختم کر دیا ہے۔ اب وہ دور نہیں رہا جب دنیا میڈیا کے پروڈیوسرز اور صارفین میں بٹی ہوئی تھی۔ جب میڈیا میں بولنے والے کچھ خاص وی آئی پی لوگ تھے اور باقی سب عوام اور سننے والے تھے۔ لکھنے والے کچھ نہایت بااثر لوگ یعنی نامور مصنفین تھے اور باقی دنیا صرف پڑھنے والی تھی۔ جب چند لوگ معلومات تخلیق کرتے تھے اور باقی سب اس کا استعمال کرتے تھے۔ انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا ایک عظیم مساوات کنندہ Leveller کے روپ میں سامنے آیا اور اس نے یہ تفریقات مٹا دیں۔ اب ہر انسان کے پاس میڈیا ہے۔ اب معلومات اور میڈیا مشتملات کے پروڈیوسرز اور صارفین الگ الگ نہیں ہیں۔ ہر صارف میڈیا پروڈیوسر بن سکتا ہے۔ ایک گھریلو خاتون، گھر میں بیٹھے بیٹھے ایسی باتیں لکھ سکتی ہے جو ساری دنیا کو متوجہ کر سکیں۔ ایک اسکول کا بچہ، اپنے ٹیب کے ذریعہ ایسا ویڈیو بنا سکتا ہے جو ساری دنیا میں ہنگامہ مچا دے۔ طاقتور لوگوں کی لاکھوں روپیوں کے صرفہ سے منعقد پریس کانفرنس سے زیادہ، ایک غریب آدمی کا مفت کا ٹویٹ لوگوں کی توجہات کا مرکز بن سکتا ہے۔ ایک لڑکی فیس بک پر پوسٹ ڈال کے، ایک بڑے انقلاب کی شروعات کر سکتی ہے۔ ہر آدمی رپورٹر ہے اور ایڈیٹر بھی۔ اس طرح خبروں کی پہرہ داری ممکن نہیں رہی۔ ہر آدمی تجزیہ نگار ہے اور اس کے تجزیے کی اشاعت روکنے والا کوئی نہیں۔ اس طرح خیالات و افکار کی سینسرنگ آسان نہیں رہی۔

آج فیس بک کے استعمال کرنے والوں کی تعداد دو بلین ہو چکی ہے۔ یعنی فیس بک اگر کوئی ملک ہوتا تو دنیا کا سب سے بڑا ملک ہوتا۔ گویا انسانیت کے بہت بڑے حصہ تک اپنی بات پہنچانا انتہائی آسان ہو گیا ہے۔ اس طرح سوشل میڈیا نے بے آوازوں کو آواز بخشی۔ اس بات کو ممکن بنایا کہ اگر پیغام میں طاقت اور کشش ہے تو وہ وسائل اور دولت کے سہارے کے بغیر محض اپنی اندرونی کشش اور طاقت کے بل پر پھیلے اور اثر انداز ہو۔ یہ اسلام اور اہل اسلام کے لیے بہت بڑا موقع ہے۔ اہل اسلام کی اصل طاقت پیغام کی طاقت ہے۔ ان کے پاس خدا کا پیغام ہے جو بے پناہ کشش اپنے اندر رکھتا ہے۔ اس طرح سوشل میڈیا نے اس اصل طاقت کو بروئے کار لانے کے مواقع کئی گنا بڑھا دیے ہیں اور امکانات کی ایک وسیع دنیا کے

دروازے کھول دیے ہیں، لیکن یہ تصویر کا ایک رخ ہے، تصویر کا دوسرا رخ کیا ہے؟ اس کی وضاحت درج ذیل حقائق سے ہوتی ہے:

ا۔ جدید ٹکنالوجی کی تمام اقسام کی طرح، یہ میڈیا بھی بنیادی طور پر عالمی سرمایہ داری کی خدمت کے لیے وجود میں لایا گیا ہے۔ اس کا اصل مقصد دنیا کے تمام انسانوں کا مکمل ڈاٹا حاصل کرنا اور اس ڈاٹا کو صارفیت کے فروغ اور مارکیٹنگ کے لیے استعمال کرنا ہے۔ فیس بک عام لوگوں کے لیے ایک سوشل نیٹ ورک ہے لیکن اصلاً وہ دنیا کی سب سے بڑی ڈاٹا مائن ہے جہاں دو بلین انسانوں کی زندگی کی ایسی ایسی تفصیلات جمع ہیں کہ اتنی باریک تفصیلات اپنے خاندان کے لوگوں کی بھی جمع کرنا چند سال پہلے ناممکن تھا۔ چنانچہ اس ڈاٹا کو منظم طریقہ سے سرمایہ دار کی ضرورت کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ سرمایہ دارانہ استعمار کی ضرورت ہے کہ لوگوں کو تفریحات میں مصروف رکھا جائے۔ مصنوعات کا شوق پیدا کیا جائے۔ خرچ کرنے کا جنون پیدا کیا جائے۔ ایسے شوق پیدا کیے جائیں جن سے اس کے مقاصد کی تکمیل ہوتی ہو۔ یہ سب کام سوشل نیٹ ورک کے ذریعہ آسانی سے لیا جاتا ہے۔

۲۔ یہ میڈیا جھوٹ کے فروغ کا بڑا ذریعہ ہے۔ ایک رپورٹ کے مطابق سوشل میڈیا کے عام صارف تک جو خبریں پہنچتی ہیں ان میں اوسطاً انچاس فیصد جھوٹ ہوتی ہیں۔ اُس معصوم بچہ کی تصویر جو گزشتہ کئی سالوں سے بار بار گم ہو رہا ہے، سنگاپور ٹی وی سے نشر ہونے والی وہ وارننگ جس میں آج رات دو بجے خطرناک شعاعوں کی یلغار کی خبر دی گئی ہے، وہ جادوئی میسیج جسے دس لوگوں کو بھیجنے پر کسی مریض کے لیے گردہ کی منتقلی کا انتظام ہوسکتا ہے، ایمس کے مشہور ڈاکٹر کا ویڈیو جس میں کینسر کا ایسا اہم سبب بتایا گیا ہے جسے اب تک تمام ڈاکٹر چھپاتے رہے، 'علامہ اقبال' کی انتہائی غیر معیاری تک بندیاں، برما میں لاکھوں لاشوں کے ڈھیر۔۔۔ ان سب 'مستند معلومات' سے اس مضمون کے ہر قاری کو کئی کئی بار واسطہ پڑا ہوگا۔ حقائق اور جھوٹ کا اس طرح گڈ مڈ ہو جانا بلاشبہہ دوررس سماجی اثرات رکھتا ہے۔ یہ خبروں کی آلودگی، بالآخر خبروں پر اعتماد ختم کردے گی۔ لاشوں کے ڈھیروں کی فوٹو شاپ تصویریں برسوں گردش کرتی رہیں گی اور اس کے بعد حقیقی ظلم ہوگا اور اس کی تصویریں آنے لگیں گی تو لوگ قہقہہ لگا کر

اسکرول ڈاون کردیں گے! خبروں پر اعتماد کا یہ کرائسس معلومات کے سمندر میں بھی انسانوں کو ایک دوسرے سے غافل کردے گا۔

۳۔ اب سرمایہ دار نے انٹرنیٹ کے عوام کو طاقتور بنانے کی صلاحیت کا توڑ نکال لیا ہے۔ سرچ انجن آپٹمائزیشن اور ویب سائٹ آپٹمائزیشن کی جدید ٹکنالوجی، ایک عام آدمی کے مواد کو انٹرنیٹ کے جنگل میں ایسے دور دراز گوشوں میں دھکیل دینے کی صلاحیت رکھتی ہے کہ وہ نظر ہی نہ آئے۔ جو لوگ خرچ کر کے اور مہنگے پروفیشنلز کی خدمات لے کر آپٹمائزیشن کراتے ہیں، ان کا ناقص مواد بھی سرچ انجن کے اولین صفحات پر نظر آنے لگتا ہے۔ اسی طرح اب سوشل میڈیا آپٹمائزیشن کے نام پر تو دھوکہ وفریب کی بدترین قسمیں اختیار کی جارہی ہیں۔ جعلی اور جھوٹے استعمال کنندگان کے ذریعہ فالوورز بڑھانا، زبردستی اپنے تجارتی مواد کو ہر جگہ گھسانا، اور دیگر مصنوعی طریقوں سے تجارتی کمپنیوں کے صفحات کی مقبولیت بڑھانا، ان سب طریقوں کا اب بڑے پیمانہ پر استعمال عام ہوگیا ہے۔ گزشتہ چند سالوں میں یہ رجحان بھی عام ہوا ہے کہ انٹرنیٹ فراہم کرنے والی کمپنیاں مختلف سائٹس کے ساتھ مختلف سلوک کرتی ہیں۔ بعض سائٹس کو عمداً سست رفتار بنادیتی ہیں۔ بعض تجارتی سائٹس کو مفت فراہم کرتی ہیں۔ اس صورت حال کے مقابلہ کے لیے نیٹ کی غیر جانب داری net neutrality کے قوانین مختلف ممالک میں لائے گئے۔ ہمارے ملک میں بھی مجوزہ مسودہ قانون کو لے کر گزشتہ دنوں کافی مباحث ہوئے۔ واقعہ یہ ہے کہ نیٹ پر جانبداری کی مختلف شکلیں آج بھی دنیا بھر میں جاری ہیں۔ یہ سلسلے اسی طرح چلتے رہے تو پھر پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا کی طرح انٹرنیٹ بھی عام آدمی کی دسترس سے نکل سکتا ہے۔

۴۔ یہ میڈیا سماجی زندگی میں تناؤ اور نفسیاتی مسائل کا سبب بن سکتا ہے۔ حقیقی سماجی زندگی سے آدمی کو کاٹ سکتا ہے۔ وقت کے شدید ضیاع کا سبب بن سکتا ہے۔ لت اور بیماری بن سکتا ہے۔ ان سب مسائل پر اسی کتاب کے ایک اور مضمون 'سائبرستان کی معاشرت' میں تفصیل سے بحث کی گئی ہے۔

سوشل میڈیا، اسلام اور مسلمان

انٹرنیٹ کے شروع کے سالوں میں مسلمانوں نے انٹرنیٹ پر تیزی سے اچھی جگہ بنالی

تھی۔گزشتہ دہے کے ختم تک بھی کئی اسلامی سائٹس، دس مقبول ترین مذہبی سائٹس میں شامل ہوتی رہیں۔ اسلامی تحریک سے وابستہ نوجوانوں نے بھی انٹرنیٹ پر فعال سرگرمی شروع کردی تھی ۔ لیکن پھر اس کے بعد منظر نامہ تیزی سے بدلنے لگا۔ انٹرنیٹ پر نہایت متعصب اسلام دشمن سائٹس بڑے وسائل کے ساتھ سرگرم ہونے لگیں ۔آج صورت حال یہ ہے کہ اسلام سے متعلق کسی بھی موضوع کو آپ سرچ کرتے ہیں تو بڑی تعداد میں پہلے صفحہ پر اسلاموفوبک سائٹس ہی نظر آتی ہیں۔ نیوز پیپرز، ڈسکشن فورم یا سوشل میڈیا میں اسلام سے متعلق کوئی بھی موضوع چھڑتا ہے تو آناً فاناً شدید مخالفانہ پوسٹوں کا سیلاب آجاتا ہے۔ مغلظات اور گالی گلوچ سے لے کر سنجیدہ لیکن سخت تنقیدوں تک، ہر سطح کی مخالفانہ پوسٹ آنے لگتی ہیں۔ یہ صورتحال عالمی سطح پر بھی ہے اور ہمارے ملک میں بھی۔ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس کام کے لیے منظّم نیٹ ورک لگے ہوئے ہیں۔ اس کے مقابلہ میں اہل اسلام کی سوشل میڈیا سرگرمی کا جب ہم تجزیہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ زیادہ تر درج ذیل اقسام سے متعلق ہے:

۱۔ غیر سنجیدہ سرگرمی: یہ وہ لوگ ہیں جو لطیفے، عام تصویریں وغیرہ پوسٹ کرتے رہتے ہیں۔ اپنا وقت ضائع کرتے ہیں، آپ کی مصروفیات میں خلل ڈالتے رہتے ہیں اور ڈاٹا مائنرز کو فائدہ پہنچاتے رہتے ہیں۔

۲۔ فارورڈ سرگرمی: یہ لوگ ہر پوسٹ کو ہر جگہ فارورڈ کرنا اپنا فریضہ سمجھتے ہیں اور اکثر پوسٹ دیکھے بغیر اور پڑھے بغیر بھیجتے رہتے ہیں۔ لگتا ہے ان کی انگلیاں فارورڈ بٹن پر جام ہوگئی ہیں۔ تمام سوشل نیٹ ورکس کے لیے یہ سردرد ہیں۔

۳۔ معذرت خواہانہ سرگرمی: اب ایسے لوگوں کی تعداد بہت بڑھ گئی ہے جو اسلام پر چوطرفہ حملوں سے پریشان ہوکر معذرت خواہانہ اور مدافعانہ انداز اختیار کرنے لگے ہیں۔ اسلام کے بنیادی اصولوں پر سیریس مصالحت، حد سے زیادہ مرعوبیت اور مداہنت اس ردعمل کی نمایاں خصوصیات ہیں۔ ان کی مضحکہ خیز سطح کی معذرت خواہی، اسلام کے وقار کو مجروح کرتی ہے، اسلام مخالفین کے تأثر کو مستحکم کرتی ہے اور اسلام کی دعوت کے کام کو نقصان پہنچاتی ہے۔

۴۔ انتہا پسندانہ، جوابی اشتعال: ایسے لوگ بھی اب تیزی سے بڑھ رہے ہیں جو گالی کے

جواب میں اور موٹی گالی دے دیتے ہیں۔نہایت انتہا پسندانہ خیالات کا اظہار کرنے لگتے ہیں۔غیر شرعی تشدد کی حمایت کرتے ہیں۔مسلکی تشدد اور فقہی آراء میں عدم برداشت کے رویہ کا مظاہرہ کرتے ہیں اور مجموعی طور پر اسلام کی وہی ترجمانی کرتے ہیں جو اسلام کے دشمن چاہتے ہیں۔یہ لوگ بھی بالآخر اسلام کی دعوت اور اس کی امیج کو نقصان ہی پہنچاتے ہیں۔

انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا کا سرسری تجزیہ بھی یہ ظاہر کرنے کے لیے کافی ہے کہ اسلام کی حمایت میں اٹھنے والی معقول، تعمیری مبنی بر اعتدال اور اسلام کی صحیح ترجمانی کرنے والی آوازیں بہت کم ہیں اور مذکورہ چار طرح کی آوازوں کی نائس Noise میں پوری طرح دبی ہوئی ہیں۔یہ اس وقت اہل اسلام کے لیے ایک بڑا چیلنج ہے جس کا بھرپور طریقہ سے سامنا کرنے کی اور اس صورتحال کو جلد از جلد بدلنے کی کوشش ہم سب پر فرض ہے۔

ایس آئی او میں ہمارے نوجوانون کی ایسی تربیت ہونی چاہیے اور ایسا آن لائن کلچر فروغ پانا چاہیے کہ ہمارے نوجوان مذکورہ چار رجحانات سے بچیں اور آخر میں مذکور، تعمیری رجحان کو پوری قوت کے ساتھ فروغ دیں۔

سوشل میڈیا اور سماجی جہد کاری

جہاں سوشل میڈیا سماجی تبدیلی، سماج میں بیداری لانے اور لوگوں کو کسی بڑے مقصد کے لیے متحرک و مجتمع کرنے کا ایک اہم ذریعہ ہے، وہیں بعض ماہرین اس کو سماجی کاز میں رکاوٹ بھی قرار دیتے ہیں۔آج بھی کتنے لوگ ہیں جو کسی احتجاجی جلسہ میں آنے پر جلسہ کی لائیو اسٹریمنگ دیکھ لینے کو ترجیح دیتے ہیں۔آن لائن پٹیشن کو سائن کرکے ان کا ضمیر مطمئن ہوجاتا ہے کہ احتجاج کا حق ادا ہوگیا۔بہت سے لوگوں کے لیے سماجی کاز بھی سوشل میڈیا پر اپنی سماجی پوزیشن بہتر بنانے کا ذریعہ بن جاتا ہے۔، میسج پوسٹ کرنے والے کی دلچسپی اس بات سے کم ہوتی ہے کہ کتنے لوگ اس کے مقصد اور اس کی دعوت سے متفق ہوئے، دلچسپی کا مرکز یہ ہوتا ہے کہ کتنے لوگوں نے اس کی پوسٹ کو لائک کیا؟ کتنے کمنٹ آئے، کتنے شیر ہوئے یا کتنے ری ٹویٹ ہوئے؟ یعنی سماجی تبدیلی Social Change سے زیادہ سماجی فائدہ Social Gain میں دلچسپی ہوتی ہے۔سوشل میڈیا جہد کاری سے جڑی ہوئی ایک مصنفہ نے سوشل میڈیا تک محدود

جہد کاری کے لیے، ایک دلچسپ اصطلاح استعمال کی ہے، Slacktivism، یعنی جہد کاری کے لبادے میں چھپی ہوئی بے عملی۔ لوگ کسی پیغام کو اپنے ہی حلقہ میں یعنی اپنے فرینڈز اور فالوورز میں پھیلا کر یہ سمجھتے ہیں کہ انہوں نے جہد کاری یا 'بغاوت' کا حق ادا کر دیا۔ اس طرح ایسی آن لائن جہد کاری، زمینی سطح کی حقیقی جدو جہد سے لوگوں کو کاٹنے اور بے فیض آن لائن سرگرمی سے مطمئن ہو جانے کا رجحان فروغ دیتی ہے۔

یہ ہے وہ پس منظر جس کو سامنے رکھ کر ہمیں سوشل میڈیا کا ایسا کلچر فروغ دینا ہے جو با مقصد ہو، اس میڈیا کے حقیقی فائدوں کے حصول کو یقینی بنائے اور اس کے نقصانات سے محفوظ رکھے۔ اس سلسلہ میں کچھ اصول اور کچھ عملی مشورے نیچے درج کیے جا رہے ہیں:

ا۔ ہمارا سوشل میڈیا کلچر اس شعور سے عبارت ہو کہ حقیقی زندگی آف لائن زندگی ہے۔ انسان، انسان سے ملتا ہے تو صرف الفاظ اور جملوں پر مبنی متن اور آواز ہی کا تبادلہ نہیں ہوتا، اس کی نظریں، اس کی باڈی لینگویج، اس کے جذبات، یہ سب دوسرے انسان کے ساتھ ربط قائم کرتے ہیں۔ ایک زندہ انسان کا وجود اپنے گرد جو ہالہ Aura تشکیل دیتا ہے، جو توانائی خارج کرتا ہے اور جو غیر مرئی طاقت پیدا کرتا ہے، وہ سب مل کر مخاطب پر اثر چھوڑتے ہیں۔ یہی حقیقی اور اصل ملاقات ہے۔ کوئی میڈیا اس کا متبادل نہیں بن سکتا۔ اسی حقیقی ملاقات میں جذبات کی گرمی اور احساسات کا سوز کارفرما ہو پاتا ہے۔ ہمدردی، محبت، غمگساری، مسرت، رحم وغیرہ کے تمام صالح جذبات، جو انسانیت کا جوہر ہیں، ایسی حقیقی ملاقاتوں ہی سے پیدا ہو پاتے ہیں۔ میڈیا کا کام ہماری اسی حقیقی زندگی یعنی آف لائن زندگی میں مدد کرنا ہے، اس کی جگہ لینا نہیں ہے۔ اگر میڈیا یہ کام نہ کرے تو اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ آن لائن دوستیوں سے حقیقی دوستی یعنی آف لائن دوستی مستحکم ہونا چاہیے۔ آن لائن تحریکی سرگرمیوں سے زمین پر موجود حقیقی تحریک کو مدد ملنی چاہیے اور اس کا استحکام ہونا چاہیے۔ آن لائن جہد کاری اور احتجاج سے اس احتجاج اور جہد کاری کو قوت ملنی چاہیے جو عمل کی حقیقی سنگلاخ زمین پر جاری ہے۔ ایسی آن لائن سرگرمی جو یہ مقاصد حاصل نہ کرے یعنی حقیقی آف لائن زندگی میں مدد نہ کرے، وہ صرف ڈاٹا مائنرز کی مدد کر رہی ہے، تحریک کی نہیں۔

۲۔ ہماری ہر آن لائن سرگرمی کا مقصد متعین ہونا چاہیے۔ ہر اسٹیٹس لکھتے ہوئے، ہر ٹویٹ کرتے ہوئے بلکہ ہر لائک، کمنٹ اور شیئر کرتے ہوئے، ہمیں اچھی طرح معلوم ہونا چاہیے کہ اس سے ہم کیا فائدہ حاصل کرنا چاہتے ہیں؟ آپ فلاں ایرپورٹ سے فلاں ایرپورٹ تشریف لے جارہے ہیں، یا کسی ہوٹل میں کھانا کھا رہے ہیں اور یہ پلیٹ میں مرغے کی ٹانگ کی تصویر ہے، یا یہ بیوی کے ساتھ گھر میں چائے پی جارہی ہے یا یہ ہماری نئی کار اور نیا آئی فون ہے! ایسے اسٹیٹس سے آپ کو یا آپ کا پیغام پڑھنے والوں کو کیا سماجی، تہذیبی، علمی، تحریکی، تجارتی یا کسی بھی طرح کا فائدہ ہوسکتا ہے؟ غور کریں گے تو محسوس ہوگا کہ ایسے اسٹیٹس سے آپ سوائے قیمتی ڈاٹا فراہم کرکے سرمایہ دار کی مدد کرنے کے اور کوئی مقصد حاصل نہیں کررہے ہیں۔ سرمایہ دار آپ کے اسٹیٹس کے نیچے درج کمنٹس سے پتہ لگالے گا کہ آپ کا آئی فون دیکھ کر کس کس کی رال ٹپکی ہے اور پھر طاقتور سافٹ ویر، اسے آئی فون بیچنے کے کارگر طریقے ڈھونڈ نکالیں گے، اور آپ ایسا اسٹیٹس پوسٹ کریں گے اور کئی دن تک لائیک اور کمنٹ کے انتظار میں بار بار نوٹی فکیشن چیک کرتے رہیں گے، اپنا وقت ضائع کریں گے اور دوسروں کا وقت ضائع کریں گے۔ ایسی بے مقصد سرگرمی کسی بامقصد تحریک کے کلچر کا حصہ نہیں ہوسکتی۔ ہماری سوشل میڈیا سرگرمی، اس میڈیا کے حقیقی فائدوں پر مرکوز ہونی چاہیے۔ آپ نئی چیزیں سیکھیے اور سکھائیے۔ اہم مسائل پر بیداری پیدا کیجیے۔ بامقصد مذاکرات اور مباحث میں حصہ لیجیے۔ دعوت دین کے لیے، ترغیب وتحریک کے لیے اس کا استعمال کیجیے۔ قابل تقلید نمونوں کو سامنے لائیے۔ جن معلومات کی تمام صارفین کو ضرورت ہوسکتی ہے، ایسی معلومات سامنے لائیے۔ علمی، ادبی، ثقافتی تخلیقات سے اپنے قارئین وناظرین کے ذوق کی تسکین کا سامان کیجیے، یہ سب مفید اور بامقصد استعمال کی مثالیں ہیں۔

آپ کے سامنے مقصد واضح ہو تو اسی کی مناسبت سے آپ قارئین کا بھی انتخاب کریں گے۔ غیر مسلموں کو مخاطب کرکے لکھے گئے دعوتی پیغامات کی، اپنے ہی تحریکی ساتھیوں کے درمیان اشاعت سے کیا حاصل؟ اسی طرح اپنے غیر مسلم دوستوں کو یہ بتانے سے کیا فائدہ کہ اگلے جمعہ کو آپ کا تزکیہ کیمپ ہے؟ بنگلور کے ایک محلے کے ہفتہ وار اجتماع کی نوٹس سے یوپی اور بنگال کے رفقاء کو کیا سروکار؟

مقصد واضح ہوتو اسی کی مناسبت سے مناسب پلیٹ فارم کا بھی آپ انتخاب کریں گے۔
سوشل میڈیا پر ہر پلیٹ فارم کی اپنی نوعیت اور اس کا اپنا استعمال ہے۔ اس کا صحیح شعور نہ ہوتو مقصد بھی پوری طرح حاصل نہیں ہوتا اور دوسروں کو تکلیف ہوجاتی ہے۔ علمی کاموں کے لیے مناسب ترین پلیٹ فارم اکیڈمیا ہے۔ پروفیشنل نیٹ ورکنگ کے لیے مناسب ترین لنکڈ ان ہے۔ تصاویر اور ویڈیوز کے لیے انسٹاگرام ہے۔ آن لائن تصاویر اور میڈیا کی شیئرنگ کے لیے پنٹریسٹ ہے، وغیرہ۔

شعور کے بغیر پلیٹ فارم کے استعمال کے نقصانات سب سے زیادہ وہاٹس اپ پر نظر آتے ہیں۔ اصلاً یہ مسیجنگ اپلی کیشن ہے۔ جس کا مقصد فوری پیغام رسانی اور فوری یا ذاتی نوعیت کی معلومات، تصاویر اور ڈاٹا وغیرہ، محدود پرائیوٹ گروپ میں شیئر کرنا ہے۔ اب اگر سنجیدہ مباحث اور طویل تحریروں کے لیے اسے استعمال کرنا شروع کیا جائے تو اس سے وقت کا جو ضیاع ہوتا ہے اور جس طرح روزمرہ کی مصروفیات میں مستقل حرج ہوتا رہتا ہے، اس کا تجربہ ہر شخص کو ہو رہا ہے۔

۳۔ آن لائن سرگرمی کا ہمارا مقصد سماج کو متأثر کرنا ہے تو ہمارا نیٹ ورک بھی بڑھنا چاہیے۔ صرف تحریک اسلامی کے ہم خیال دوستوں کے نیٹ ورک میں آپ ایک دوسرے کے تجربات اور خیالات سے استفادہ تو کرسکتے ہیں، سماج پر اثر انداز نہیں ہوسکتے۔ ہمارے ہی ہم خیال رفقاء کا نیٹ ورک ایک طرح سے آپ کے تنظیمی اجلاس کے مماثل ہے۔ اگر آپ کا سارا وقت صرف تنظیمی اور تربیتی اجلاسوں میں گزرے تو ظاہر ہے کہ آپ سماج پر اثر انداز نہیں ہوسکتے۔ اس لیے وہاٹس اپ جیسے گروپوں کی سختی سے حوصلہ شکنی ہونی چاہیے کہ یہ آپ کو محدود حلقوں اور گھیٹوز میں قید کردیتے ہیں۔ اس کا استعمال محدود پیمانہ پر اور محدود حلقہ میں، معلومات کی شیئرنگ ہے، اسی تک اس کو محدود کرنا چاہیے اور دن میں چند منٹوں سے زیادہ اس پر وقت صرف نہیں ہونا چاہیے۔ فیس بک پر مختلف انٹرسٹ گروپوں کی ممبرشپ اختیار کرنی چاہیے۔ مختلف تنظیموں، سماجی گروپوں، اہم شخصیات، طلبہ کی تنظیموں، اپنے شہر اور کالج کے مختلف گروپوں وغیرہ کو فالو کرنا چاہیے۔ ٹویٹر پر بھی زیادہ سے زیادہ ایسے لوگوں سے جڑنے کی کوشش

کرنا چاہیے جن کے ساتھ بامعنی ڈائیلاگ ہوسکتا ہے۔ مختلف گوگل گروپس کی رکنیت اختیار کرنا چاہیے۔ اکیڈمیا، پنٹر یسٹ اور کورا جیسے فورموں میں اور یوٹیوب وغیرہ پر سرگرمی بڑھانا چاہیے کہ ان کی پہنچ تقریباً لامحدود ہے اور آپ کی پوسٹ آسانی سے سرچ انجن میں ظاہر ہوکر ورلڈ وائڈ ویب کے ہر صارف تک پہنچنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔

اس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ جس طرح آپ پالیسی و پروگرام بناتے ہیں اور افراد کے ذاتی منصوبے بناتے ہیں، اس طرح یونٹوں اور حلقوں میں باقاعدہ غور کرکے، سوشل میڈیا پالیسی اور سوشل میڈیا منصوبہ بنایا جائے۔ طے کیا جائے کہ اس سال سوشل میڈیا میں آپ کیا کیا کام کریں گے۔ کن پلیٹ فارموں کو استعمال کریں گے؟ ان کے سلسلہ میں آپ کے اہداف کیا ہوں گے؟ ان اہداف کے حصول کے لیے کیا کیا کرنا ہوگا؟ اس کی ٹائم لائن کیا ہوگی؟ وغیرہ۔ تنظیم کی طرح افراد بھی اپنا منصوبہ بناسکتے ہیں۔ اس طرح منصوبہ بند طریقہ سے اور مقاصد کے شعور کے ساتھ آپ سوشل میڈیا سرگرمی انجام دیں گے تو امید ہے کہ اس کے فائدے زیادہ سے زیادہ حاصل ہوں گے اور اس کے نقصانات سے آپ ممکنہ حد تک بچ سکیں گے۔

اس ساری بحث کی روشنی میں ہم اپنے نوجوان دوستوں کو سوشل میڈیا پر مناسب رویہ سے متعلق ایک دس نکاتی ضابطہ اخلاق تجویز کریں گے:

۱۔ سوشل میڈیا کے استعمال کے مقاصد اور سالانہ و ماہانہ گول طے کیجئے اور اپنی سوشل میڈیا سرگرمی کو ان گولز کے حصول کے لیے محدود کردیجئے۔ تجارتی اور پیشہ وارانہ مقاصد کے علاوہ یہ مقاصد، اسلام کی دعوت، علم اور صلاحیت میں اضافہ، ایک دوسرے کی تربیت، سماجی جہدکاری و مزاحمت اور تنظیم کے فروغ و استحکام سے متعلق ہونا چاہیے۔

۲۔ اپنے پروفائل میں غیر ضروری تفصیلات پبلک کے لیے مت فراہم کیجئے۔ بس وہی تفصیلات درج کیجئے جو آپ کے مقاصد کے لیے ضروری ہوں۔ شہرت اور خودنمائی کی خواہش بھی ایک شیطانی جال ہے۔ اس سے ہوشیار رہنے ہی میں دنیا کی بھی عافیت ہے اور آخرت کی بھی۔

۳۔ پرائیویسی سیٹنگ کا ذہانت کے ساتھ استعمال کیجئے۔ دوستوں کے الگ الگ گروپ بنائیے۔ جو تصاویر، اسٹیٹس یا دیگر معلومات فیملی ممبران کے لیے ہوں، اسے پبلک کی سطح پر

پوسٹ کرنے سے کیا فائدہ؟ جس طرح حقیقی زندگی میں بعض باتیں بیڈ روم تک محدود ہوتی ہیں، بعض رہنے کے کمرہ تک، بعض ڈرائنگ روم تک، بعض دوستوں کی پرائیوٹ محفل کے لیے، بعض تنظیمی جلسوں کے لیے، بعض خطاب عام کے لیے اور بعض پریس کے لیے، ایسی ہی درجہ بندی سوشل میڈیا کے لیے بھی ہوتی ہے۔ اس درجہ بندی کا شعور نہایت ضروری ہے۔

۴۔ نامحرم خواتین سے ضروری فاصلہ رکھیے۔ یاد رکھیے کہ نامناسب اختلاط جس طرح حقیقی زندگی میں ممنوع ہے، اسی طرح آن لائن زندگی میں بھی ممنوع ہے۔ مناسب حدود کا لحاظ رکھتے ہوئے علمی، فکری، تحریکی مقاصد کے لیے سنجیدہ تبادلہ خیال و تبادلہ معلومات یقیناً غلط نہیں ہے لیکن اگر یہ سلسلہ آگے بڑھ کر بے تکلف بات چیت، ہنسی مذاق، چھیڑ چھاڑ، تبادلہ تصاویر، خانگی امور و معاملات پر غیر ضروری گفتگو وغیرہ کی حدود میں داخل ہونے لگے تو سمجھ لیجئے کہ شیطانی چالیں کامیاب ہونے لگی ہیں۔

۵۔ جو بات بھی لکھئے، یا کسی اور کو فارورڈ کیجئے تو تحقیق کر لیجئے۔ حدیث یاد رکھیے کہ آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے اتنا کافی ہے کہ وہ سنی سنائی بات بغیر تحقیق کے دوسروں تک پہنچا دے۔ یاد رکھئے کہ سوشل میڈیا ایک طاقتور ذریعہ ابلاغ ہے۔ اس پر لکھے اور بولے جانے والے لفظ کا جتنا بڑا اثر ہے اتنی ہی زیادہ جواب دہی ہے۔ ہمیں ہر لفظ کا خدا کے حضور جواب پیش کرنا ہے۔

۶۔ سوشل میڈیا یا مسیجنگ ایپ میں کسی گروپ میں آپ کسی کو شامل کریں تو شامل کرنے سے پہلے اس کی اجازت لیجئے۔ (خاص طور پر وہاٹس اپ پر جس کا ناقص سافٹ ویر کسی کو بھی اس کی مرضی کے بغیر گروپ میں شامل کرنے کی اجازت دیتا ہے) آپ کسی گروپ میں ہوں تو اس کی شرائط کی پابندی کیجئے۔ خود کو اُس مقصد اور موضوع تک محدود رکھیے جس کے لیے وہ بنایا گیا ہے۔ اس معاملہ کا تعلق بھی معاہدہ اور عہد و پیمان کی پابندی سے ہے۔ آج اکثر وہاٹس گروپوں کے ذمہ داران گروپ کو موضوع تک محدود رکھنے اور غیر ضروری تصاویر، ویڈیوز وغیرہ کی یلغار سے محفوظ رکھنے کے لیے کافی جدوجہد کرتے رہتے ہیں لیکن کامیاب نہیں ہو پاتے۔ یہ ہمارے بگڑے ہوئے اجتماعی اخلاق کی بدنما تصویر ہے۔ اور اس بات کی علامت ہے کہ شائستگی

وشرافت کے کم سے کم معیار سے ہمارے پڑھے لکھے لوگ بھی محروم ہوتے جارہے ہیں۔

۷۔ اگر آپ اسلام کی نمائندگی کررہے ہوں تو ذمہ داری کے پورے احساس کے ساتھ یہ کام کیجئے۔ آپ کی کوئی غلط بات، اگر اسلام کی تصویر بگاڑنے کا سبب بنتی ہے تو یہ بہت بڑے وبال کی بات ہے۔ اسلام کی تعلیمات کی پوری ایمانداری کے ساتھ، عدل واعتدال کے ساتھ ترجمانی کی کوشش کیجئے۔ اللہ سے خصوصی مدد مانگتے رہیے۔ جو بات بھی کہنی ہے اس کی صداقت پر اچھی طرح مطمئن ہوجایئے۔ ضروری تحقیق کرلیجئے۔ کمپیوٹر اور انٹرنیٹ سے جڑے دوستوں کے لیے اس طرح کی تحقیق بہت آسان ہے۔

۸۔ بحث ومباحثہ میں اسلام کی تعلیمات اور دعوت کے طریقہ سے متعلق اصولی ہدایات کو ہمیشہ مستحضر رکھیے۔ اسلام حکمت اور موعظہ حسنہ کے ذریعہ دعوت کی تاکید کرتا ہے۔ مجادلہ کے لیے احسن کی شرط لگاتا ہے۔ غیر مسلموں کے بھی معبودوں کو برا بھلا کہنے سے منع کرتا ہے۔ یہ کہتا ہے کہ تمہارا کام صرف پیغام پہنچانا ہے، دلوں کو بدلنا یا اپنی بات منوا کر ہی چھوڑنا نہیں ہے۔ ہم کوتوال بنا کرنہیں بھیجے گئے۔ دلائل کے ممکنہ تبادلہ کے بعد بھی اتفاق نہ ہو رہا ہو تو جذبات کو قابو میں رکھ کر بحث کو ختم کرنے پر ہمیں قدرت ہونی چاہیے۔ جاہل منھ کو آئیں تو سلام کر کے رخصت ہونے کا آرٹ آنا چاہیے۔ سوشل میڈیا پر سرگرم لوگوں کو اس طرح کی تمام ہدایات سے واقف بھی ہونا چاہیے اور ان کا لحاظ بھی رکھنا چاہیے۔

۹۔ ہر اچھے کام کے اپنے فتنے بھی ہیں۔ میدان جہاد میں شہید ہونے والا مجاہد بھی، شجاعت و دلیری کی تعریف وتحسین کی آرزو کے فتنہ کا شکار ہوسکتا ہے اور یہ فتنہ اس کی اس عظیم قربانی کے بھی ضیاع کا سبب بن سکتا ہے۔ سوشل میڈیا میں تو دسیوں ایسی باتیں ہیں جو شیطان کے لیے کارگر جال فراہم کرسکتی ہیں۔ غیبت، طنز، بدگمانی، تنقیص و ناروا تنقید، اذیت رسانی انسانی تعلقات سے تعلق رکھنے والی یہ ساری برائیاں جو ہمارے نامہ اعمال کو دیمک کی طرح غیر محسوس طریقہ سے چاٹ لیتی ہیں، سوشل میڈیا پر ان برائیوں کا ارتکاب بہت آسان بھی ہوجاتا ہے اور ان کی ہلاکت خیزیاں بھی کئی گنا بڑھ جاتی ہیں۔ بہت خوبصورت ناموں اور نیک مقاصد کے حوالوں سے شیطان ان فتنوں کا شکار بناتا ہے۔ ان کے تئیں حساس اور بیدار رہنا

بھی ایک سوشل میڈیا صارف کے لیے ضروری ہے۔ اگر آپ پوسٹ کرنے کے بعد دن میں کئی دفعہ لائیک اور فارورڈ کی گنتی کرتے ہیں تو یہ یقیناً اس بات کی علامت ہے کہ پیغام سے زیادہ پیغام کے واسطہ سے شہرت ونا موری کی ریا کارانہ آرزو دل میں ڈیرہ ڈالنے لگی ہے۔

۱۰۔ کوشش کیجئے کہ سوشل میڈیا پر بھی کوئی آپ کا مربی ہو جو آپ کی پوسٹ اور آن لائن سرگرمی پر نظر رکھے۔ بروقت ٹوکے۔ بہتری کے لیے ضروری مشورے دے۔ خود جس کی سرگرمی کو آپ اپنے لیے ماڈل بنائیں، اور جہاں بھی کوئی الجھن درپیش ہو، اس سے بے تکلف مشورہ کر سکیں۔

اسی طرح ہمیں ایک دوسرے کے لیے تواصی بالحق کا فریضہ انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا پر بھی انجام دینا ہے۔ اگر ہم ایک دوسرے کی کمزوریوں پر بروقت ذاتی طور پر متوجہ کرتے رہیں اور صالح سرگرمیوں اور اس کے مواقع کی طرف ایک دوسرے کی نشاندہی کریں تو اس طرح کے باہمی تعاون سے بھی بہت سی غلطیوں سے اور غلط رویوں سے بچنا ممکن ہو جاتا ہے۔